انا للہ وانا الیہ راجعون

سجاد جہانیہ

چہار جانب عمارت کے بیچوں بیچ ایک وسیع صحن ہے اور ایک کشادہ پھیلاؤ والے درخت تلے کتنی ہی چار پائیاں بچھی ہیں۔ جن پر یہاں وہاں افسردہ لوگ بیٹھے ہیں۔ شمالی سمت لائبریری ہے۔ اس کی دیوار کے ساتھ چار پائیوں کے بیچ ایک کرسی دھری ہے۔ کرسی پر دودھ ایسی اُجلی دراز ریش اور ویسی ہی اُجلی رنگت والے ایک بزرگ بیٹھے ہیں۔ انھوں نے ٹیک چھوڑ رکھی ہے۔ دو کہنیاں کرسی کے بازوؤں پر ہیں اور بائیں ہاتھ کی پشت کو داہنے ہاتھ کی ہتھیلی سے سہلایا کرتے ہیں۔ لوگ آتے ہیں۔ ان سے مصافحہ کرتے ہیں۔ پرسا دیتے ہیں۔ یہ کمال ضبط سے پرسا لیتے ہیں اور آنے والے کو بیٹھنے کا کہتے ہیں۔ میں اور جمشید رضوانی ان بزرگ سے مل کر بیٹھ چکے ہیں۔ اتنے میں ایک سرو قامت نیم سپید، نیم سیاہ ڈاڑھی والے نوجوان مردفون سنتے ہوئے آتے ہیں۔ سب کے ساتھ ساتھ ہم سے بھی گلے ملتے ہیں۔ جب بھی کوئی تعزیت کے کلمات بولتا ہے تو ان کے چہرے کے خطوط متغیر ہونے لگتے ہیں، آنکھیں گویا چھلک پڑنے کو ہوتی ہیں لیکن فوراً ہی وہ با آواز بلند **انا للّٰہ وانا الیہ راجعون** پڑھنے لگتے ہیں۔ ''بے شک ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف رجوع کرنے والے ہیں'' یہ کلمات ان کے ضبط کی گرتی ہوئی دیوار کو پھر سے استوار کر دیتے ہیں۔

یہ منظر شہرِ ملتان کے چوک پل مردہ خانہ کے پہلو میں واقع دارِ بنی ہاشم کا ہے۔ کرسی پر بیٹھے بزرگ وکیل شاہ صاحب ہیں اور جو فون سنتے ہیں ان کا نام کفیل شاہ بخاری ہے۔ امیر شریعت کے گھر کا یہ آنگن ہے اور ان دونوں حضرات میں سے اول الذکر کا فرزندِ ثانی اور مؤخر الذکر کا برادر خورد اور ہمارا دوست ذوالکفل بخاری ایک ہی روز قبل مکہ مکرمہ میں اذنِ ایزدی بجا آوری میں پیام برِ اجل کو لبیک کہہ گیا ہے۔ مرحوم کو ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی آخری آرام گاہ کے قریب ہی آسودۂ خاک کیا جا چکا ہے۔ ایسی جگہ اور ایسی زمین میں روزِ محشر تک سونے کے لیے جگہ مل جانا ہر مسلمان کی خواہش ہے اور آرزو۔ مگر کیا اب عینک کے شیشوں کے عقب سے مسکراتی ہوئی آنکھیں کبھی نظر نہ آئیں گی! قدرے بیٹھی ہوئی مگر شوخی سے بھرپور آواز اب یہ کان کبھی نہ سن پائیں گے۔ اب اس آنگن میں کوئی ہمیں گاڑی تک رخصت کرنے نہیں آئے گا اور بالکل آخری لمحے پر روک کر یہ نہ کہے گا ''اچھا اک لطیفہ سندے جاؤ'' موت تو ہر سانس لینے والے کا مقدر و منتہی ٹھہری مگر ایسی جلدی اور ایسی اچانک۔ لیکن جب اس مٹی کے گھر میں بولنے والی روح کے لیے رجوع کرنا ہی انجام ہے تو کیسی جلدی اور کیا اچانک۔

مدت ہوئی کہیں پڑھا تھا کہ جب کشمیر میں کسی شادی شدہ شخص کی وفات ہو جائے تو اس کی بیوہ میت پر ''ہے تو بو، ہے تو بو'' کہہ کر بین کرتی ہے۔ ان کشمیری الفاظ کو اگر اردو کا جامہ پہنایا جائے تو ''ہائے میری روٹی'' بنتا ہے۔ سچی بات ہے جب پندرہ نومبر کی شب جمشید نے فون پر شاہ جی (ذوالکفل بخاری) کی وفات بارے بتایا تو میرا جی چاہا کہ میں بھی بلند آہنگ سے ''ہائے میرا ناشتہ، ہائے میرا ناشتہ'' کے بین کروں۔ ناشتوں کا اہتمام کرنا اور دوستوں کو جمع کرنا شاہ جی کا پسندیدہ شغل تھا۔ پتا نہیں امیر شریعت کے اس گھر میں ناشتے کا دسترخوان دوستوں کے آگے دراز کرنے کی روایت کب سے ہے۔ تاہم پچھلے بارہ برسوں سے چنیدہ دوستوں کے اس ناشتے کا ایک شریک میں بھی رہا ہوں۔ اس ناشتے کے لیے یوں تو کوئی لگے بندھے ایام نہ تھے۔ تاہم عیدین پر، عید کے

دوسرے تیسرے روز تو یہ اہتمام ضرور ہوتا۔عیدین کے ناشتے کی حکمت یہ تھی کہ وہ دوست جو بسلسلہ روزگار شہر سے باہر قیام رکھتے تھے، وہ ان تہواروں پر دستیاب ہوتے۔خالد مسعود، رؤف، جمشید اور میں تو عیدین کے ان ناشتوں کے یقینی مہمان ہوتے باقی بدلتے رہتے۔ناشتہ ایسا بھرپور اور متنوع کہ آپ سارے لوازمات چکھ نہیں سکتے۔پھر شاہ جی گھر کے اندر چکر پہ چکر لگاتے اور لسی کے لبالب جگ لاتے۔بہ اصرار ایک ایک ڈش اٹھا کر سب کو پیش کرتے۔ایسے میں کبھی ان کے والد وکیل شاہ صاحب بھی گھڑی کی گھڑی آن بیٹھتے تو منڈلی قدرے سنجیدہ ہو جاتی۔کفیل شاہ تو خیر موجود ہی رہتے۔امیرِ شریعت کو میں نے نہیں دیکھا تاہم مختار مسعود نے اور دیگر تذکرہ نگاروں نے اپنی تحریروں میں ان کا جو حلیہ باندھا ہے، میرا خیال ہے کہ وہ ہو بہو کفیل شاہ جیسے رہے ہوں گے۔☆

پچھلے چھے برسوں سے ناشتے کے ان جلسوں میں وقفے بڑھ گئے تھے اور یہ سلسلہ کسی قدر بے قاعدگی کا شکار تھا۔اس کی وجہ شاہ جی کا سعودی عرب کے ایک کالج میں پروفیسر مقرر ہونا تھا مگر جو بھی عید وہ یہاں کرتے، اس کے دوسرے تیسرے روز ناشتے کی محفل ضرور جمتی۔گزشتہ برس کے اواخر میں شاہ جی کا کنٹریکٹ ختم ہوا تو وہ کوئی چھے ماہ تک ملتان میں رہے۔

خبریں　کے قارئین کو یاد ہوگا کہ انھوں نے ادارتی صفحہ پر اس دوران کالم بھی لکھے۔افسوس کہ ایسی خوبصورت اور پرشکوہ نثر لکھنے والا قلم خاموش ہو گیا۔سالِ رواں کے ابتدائی ایام میں انھوں نے ایک ناشتے کا اہتمام کیا۔ان کا فون موصول ہوا مگر میں شہر سے باہر تھا، جمشید بھی نہ جا سکا اور میرا خیال ہے شاید خالد مسعود بھی۔اس خفت کو مٹانے کے لیے میں اور جمشید پروگرام بناتے رہے کہ اپنے ہاں ناشتے یا کھانے کا انتظام کرتے ہیں۔شاہ جی کو اور دیگر دوستوں کو اکٹھا کریں گے۔مگر ''اے بسا آرزو کہ خاک شدہ''۔ہم دونوں وقت ہی طے نہ کر سکے اور شاہ جی ایک مرتبہ پھر عازمِ سعودی عرب ہو گئے۔سو اب پچھتاوے ہیں اور سوچیں۔ان یادوں کے بوجھ سے دل ہے کہ ڈوبا جاتا ہے مگر پھر یکا یک چارپائیوں پر بیٹھے لوگوں میں ہلچل پیدا ہوتی ہے۔سکوت سے بہتی لہروں میں جیسے ارتعاش سا آ گیا ہے کہ جس نے میری یادوں کے اس سلسلے کو بھی منتشر کر دیا ہے۔ پتا چلتا ہے کہ امیرِ شریعت کی آخری نشانی، ان کے فرزند سید عطاء المہیمن بخاری آتے ہیں۔لائبریری کی دیوار تلے بچھی چارپائی پر جگہ بنا دی گئی ہے۔فرزندِ امیرِ شریعت ایک ایک سے مصافحہ کرتے اور سلامتی بھیجتے ہوئے آن کر وہاں بیٹھ جاتے ہیں۔وہ بھی بڑے حوصلے میں ہیں۔بہت سی باتیں کرتے ہیں، ویسی ہی کہ جیسی ابنِ امیرِ شریعت کو زیبا ہیں۔ایک جملہ ایسا ہے کہ ذوالکفل کے سفر آخرت میں ریفرنس کے طور پر ان کے کام آتا رہے گا۔سید عطاء المہیمن بخاری کہتے ہیں ''اپنی عمر کے اعتبار سے ہمارے خاندان کا وہ صالح ترین نوجوان تھا۔'' سننے والوں کے گوشہ ہائے چشم نمی چھوڑنے لگتے ہیں۔جمشید کہ میرے ساتھ بیٹھا ہے، اس کا پیمانہ بھی چھلک پڑنے کو ہے۔

ہم دونوں اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔وکیل شاہ صاحب اور عطاء المہیمن شاہ صاحب سے الوداعی مصافحہ کرتے ہیں۔کفیل شاہ سے بغل گیر ہوتے ہیں۔ہمیں رُخصت کرتے ہوئے کفیل شاہ صاحب جمشید سے کہتے ہیں ''تعزیت کے لیے آنے والوں کا رش ذرا کم ہو جائے پھر اس کے تمام دوستوں کو ناشتے پر اکٹھا کریں گے اور اس کی خوب باتیں کریں گے۔'' یہ جملہ مکمل کرتے ہوئے کفیل شاہ کے گلے میں گویا کوئی گولا سا اٹک گیا ہے جس کے زیر اثر آواز بھرانے لگتی ہے۔وہ پھر زور لگا کے گولا نگل جاتے ہیں اور بلند آہنگ سے کہتے ہیں ''انا للہ وانا الیہ راجعون۔''

(روزنامہ خبریں　ملتان ۱۸/نومبر ۲۰۰۹ء)

☆صاحبِ مضمون کا حسن ظن ہے اور حقیقت یہ ہے کہ امیر شریعت کی شکل وشباہت، قامت وجسامت، علم وعمل، اخلاق وکردار اور جرأت وشجاعت کی جھلک ان کے چاروں فرزندوں میں بدرجۂ اتم موجود ہے۔اللہ تعالیٰ اُن کے محاسن اُن کی ذریت میں بھی ودیعت فرمادیں۔میں کیا اور میری مماثلت کیا؟ اک بس ذرۂ حقیر کو اُن سے نسبت حاصل ہوگئی۔الحمد للہ (کفیل)